بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولا میرا نایاب پدر تیرے حوالے

یقیناً کامل مومن کامیاب ہو گئے، وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں، اور وہ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے نہیں یا ان سے (بھی نہیں) جن کے ان کے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ پس یقیناً وہ ملامت نہیں کئے جائینگے پس جو اس سے ہٹ کر کچھ چاہے تو یہی لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر محافظ بنے رہتے ہیں۔ یہی ہیں وہ جو وارث بننے والے ہیں (یعنی) وہ جو فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

(سورۃ المومنون: آیت نمبر ۱ تا ۱۰ ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

کئی دن سے ابا جان کی یادیں قلمبند کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی مگر سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ساری زندگی پر پھیلی ہوئی یادوں کا سرا کہاں سے پکڑوں۔ کل مورخہ ۱۲ نومبر ۲۰۱۰ جب حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بابرکت الفاظ میں خطبہء جمعہ کے آخر پر میرے پیارے ابا جان کا ذکر خیر اور دعائے مغفرت سنی تو میرے دل میں سورۃ المومنون کی یہ ابتدائی آیات آ گئیں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ خلافت کے ایک سچے عاشق کی دلی مراد بر آئی کہ خلیفہ وقت نے انکے لئے دعائے مغفرت کی، نماز جنازہ پڑھائی۔ اور دوسرے اس لئے کہ یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ میرے ابا جان کی شخصیت کا یہ تمام نشانیاں احاطہ کرتی ہیں۔

پنجوقتہ باجماعت نماز تو انکی روح کی غذا تھی۔ جہاں تک ممکن ہوتا مسجد یا نماز سینٹر میں جا کر نماز ادا کرتے، سالہا سال اپنے گھر کو نماز سینٹر کے طور پر پیش رکھا۔ اسکے علاوہ باقی نمازیں گھر والوں کو باجماعت ادا کرواتے۔ جب مسجد یا نماز سینٹر جانا ہوتا۔ رمضان المبارک میں قریبی جگہ نماز تراویح کا اہتمام نہ ہوتا صحت کی خرابی کے بعد، تو پھر گھر ہی میں نماز تراویح پڑھا دیتے۔ جب مسجد یا نماز سینٹر، نماز کے لئے جانا ہوتا تو قرآنی حکم کے مطابق ظاہری زینت کا اہتمام ضرور کرتے تھے، جب اپنے گھر کے نماز سینٹر میں نماز ہوتی تب بھی یہ اہتمام ضرور کرتے۔ سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے خوشبوؤں کا استعمال بھی بہت شوق سے کرتے تھے۔ اعلیٰ نفیس عطر ہوں یا پرفیوم، بہت اچھی قسم کے پسند کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ لوگ ہمیں ذاتی اغراض کے لئے تو دعا کے لئے کہتے ہیں مگر دین کی سربلندی کے لئے دعا کرنے کو کوئی نہیں کہتا۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالی، ابا جان کو حضور اقدس علیہ السلام کی اس خواہش پر عمل کر کہ تڑپ تڑپ کر حضور اقدس کے یہ دعائیہ اشعار نوافل میں پڑھتے دیکھا اور اس کثرت اور تواتر سے میں ان اشعار کو سنتی تھی کہ اپنی بچپن کی نادانی میں یہ سمجھتی تھی کہ یہ ابا جان ہی کے الفاظ ہیں۔

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا   اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے　　　خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا
تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو　　　ورنہ دیں میت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن
فضل کے ہاتھوں سے اب اسوقت کر میری مدد　　　کشتیء اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

لغو باتوں سے اعراض تو ابا جان کی طبعیت میں نمایاں تھا۔ٹی وی ڈرامے وغیرہ دیکھنا سخت ناپسند کرتے تھے، اور اگر ہمیں اس فعل میں مصروف پاتے تو بہت ناراضگی کا اظہار کرتے تھے۔ہاں مگر گھر کی شادی بیاہ کی تقاریب میں، گھر کی محرم لڑکیاں پاکیزہ، روایتی گیت گا رہی ہوں تو خوشی سے بیٹھ کر لطف اندوز ہوتے، کہ اسکی اجازت شریعت نے دی ہے۔

زکوٰۃ تو خیر فرض ہے اسکی ادائیگی کا کیا ذکر کرنا، ابا جان تمام چندہ جات انتہائی خوشدلی سے اول وقت میں یعنی سال کے شروع میں ہی نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ ہماری امی، بچوں اور بزرگان کی طرف سے بھی ادا کرتے۔پھر صدقات کا سلسلہ بھی وسیع تھا۔بے شمار لوگوں کی امداد ایک ہاتھ سے کرتے تو دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہوتی۔میرے میاں قمر احمد صاحب جب غالباً ۱۹۹۳ میں حلقہ پی ای سی ایچ ایس کے سکریٹری مال بنے تو ایک دن یہ کہنے لگے کہ یہ ابا جان ہر روز صدقہ دیتے ہیں تو ہر روز اسکی رسید کاٹنی ہوتی ہے، پھر روزنامچے اور کھاتے میں اسکا اندراج کرنا پڑتا ہے۔وہ ہفتے یا مہینے میں ایک ہی بار صدقہ کیوں نہیں دے دیتے؟ میں نے ابا جان سے اس بات کا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ اصل میں، میں تمہاری امی کی زندگی کا ہر روز صدقہ دیتا ہوں!۔۔۔میں حیران رہ گئی۔۔کہ محبت کے اس انداز سے میں بے خبر تھی۔

پھر چندوں اور خلفائے وقت کی طرف سے کی جانے والی تحریکات کے علاوہ بعض مساجد کی تعمیر پر جو خرچ کرتے اس کا ذکر کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے کہ یہ ذکر دکھاوے میں شامل نہ ہو۔اس کے علاوہ کتنے ہی رفاہی کام کرتے رہتے جن کا کسی سے ذکر بھی نہ کرتے۔ایک بار کسی کی طرف سے بہت دل دکھا، تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے کہ جس کے دادا کے متعلق مجھے احمدیہ ہال سے فون آیا کہ ان کا جنازہ گھر میں پڑا ہے، مگر انکے بیٹوں کی اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ اپنے موصی والد کی تدفین کا انتظام کر کہ جنازہ ٹرین پر ربوہ لے جاسکیں۔تو میں نے کہا کہ آپ انتظامات کریں، میں ابھی اسکے لئے رقم لے کر حاضر ہوتا ہوں۔آج اسی کے پوتے نے ہمارا دل اسقدر دکھایا ہے اور ہمارے ہی خاندان کے بارے میں طعن آمیز باتیں کی ہیں! خیر کوئی بات نہیں میں نے جو کچھ کیا تھا خدا کی رضا کے لئے کیا تھا، اور انہوں نے جو کچھ کیا ہے تو ہمارا رونا اور ہماری فریاد تو صرف اللہ کے حضور ہے۔

اس ذکر سے کئی ایسے واقعات یاد آ گئے جب ابا جان کے دل کو انتہائی رنج پہنچا ایسے مواقع پر کوئی اور ہوتا تو فریق مخالف پر مقدمے دائر کرتا یا کم سے کم لوگوں کو ہی اس بارے میں بتا کر کچھ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتا، مگر ابا جان ایسے موقع پر ہمیشہ بار بار یہی آیت قرآنی دہراتے کہ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔کہ میرا رونا اور میری فریاد غم تو صرف اللہ کے حضور ہے، بلکہ ہم سب کو بھی صبر کی تلقین کرتے۔جب صبر کے موضوع پر خطبہء جمعہ ارشاد فرمانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں ابا جان کی بھی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا تو مجھے یہ خیال آیا کہ ابا جان نے ہمیشہ ساری زندگی، ہر حال میں صبر کا بہترین مظاہرہ کیا اور تصرف الٰہی دیکھیں کہ صبر کے موضوع پر خطبہ کے

آخر میں حضور نے انکی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

حیاء کا وصف بھی ابا جان کی طبیعت میں کمال تھا۔ ہمیشہ غض بصر سے کام لیتے، اور پردہ کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کبھی مذاق میں بھی کسی سے بیہودہ بات یا لطیفہ کہتے نہیں سنا۔ ابا جان کی حس مزاح بھی بڑی لطیف اور اکثر ادبی رنگ لئے ہوتی۔ امریکہ سے فون کے ذریعہ رابطہ رہتا تھا، چند روز بات نہ ہو سکی تو فون آیا اور کہنے لگے کیا بات ہے اپنے باپ کو بھول گئی ہو ؎

کبھی ہم میں تم میں بھی پیار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کا ایک ادبی لطیفہ بھی بیان کر دوں، ۱۹۸۶ میں جب جلسہ سالانہ یو۔کے اور حامدہ باجی کے بچوں ثمر احمد اور فوزیہ مریم کی تقریب آمین میں شرکت کے بعد واپس کراچی آئے، تو ابا جان نے بتایا کہ بچوں کی تقریب آمین میں حضور رونق افروز ہوئے تھے۔ اس موقع پر ابا جان نے حضرت مسیح موعودؑ کی نظم 'محمود کی آمین' سے چند دعائیہ اشعار ترنم سے پڑھے۔ ابا جان نے بتایا کہ جب میں نظم پڑھ کر واپس آ کر حضورؒ کے قریب آ کر بیٹھا تو حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ 'آپ تو اب بھی اچھی نظم پڑھ لیتے ہیں۔۔ کھنڈرات سے پتہ چلتا ہے کہ عمارت عظیم الشان تھی!'

میرے ابا جان امانتوں اور عہدوں کا بھی بہت لحاظ رکھتے تھے۔ خواہ وہ مال کی امانت ہو یا عہدے کی۔ بعض اوقات میں نے دیکھا کہ غیر از جماعت افراد بھی انکے پاس اپنی امانتیں رکھواتے۔ ابا جان گھر والوں کو بتاتے کہ دیکھو فلاں کی امانت فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے، زندگی کا اعتبار نہیں گھر میں کسی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ امانت کہاں رکھی ہوئی ہے۔ پیکٹ پر خود بھی تفصیل ضرور لکھ کر رکھتے۔

ابا جان ہمیشہ اپنی بھی نمازوں کی حفاظت کرنے والے تھے اور اپنے اہل وعیال کو بھی سب سے زیادہ جو نصیحت اور تاکید کرتے، وہ نماز کی بروقت اور باجماعت ادائیگی ہی تھی۔ چاہے شادی بیاہ کا موقع ہو یا پکنک اور سیر و تفریح، ہر وقت اور ہر حال میں نماز باجماعت کی پابندی کرتے اور کرواتے تھے۔

بہت سے بچوں کو ابا جان نے قرآن کریم ناظرہ پڑھایا، مجھے بھی قرآن کریم کا کافی حصہ ابا جان نے پڑھایا اور پھر میرے بڑے بیٹے بدر احمد کو بھی بیسویں سیپارے سے آگے ابا جان نے ناظرہ کا پہلا دور مکمل کروایا اور پھر ابا جان کی موجودگی میں ہم نے عزیزم کی تقریب آمین منعقد کی۔

تحریک وقف عارضی میں بھی بصد شوق شریک ہوتے رہے۔ مجھے یاد ہے جب میں بہت چھوٹی تھی، امی اور ابا جان وقف عارضی کرتے اور ہم سب بہن بھائیوں کو ساتھ لیکر گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران ایک بار وقف عارضی کر کے اندرون سندھ کوٹ احمدیاں ایک بار بشیر آباد اسٹیٹ اور ایک مرتبہ نبی سر روڈ گئے۔ یہ سب چھوٹے چھوٹے دیہی علاقے ہیں جہاں ان دنوں میں غضب کی گرمی ہوتی۔ پھر رہائش بھی کچے مکانات میں ہوتی، جہاں دیسی طرز کے ٹائلٹ ہوتے۔ میری عمر شاید پانچ یا چھ سال ہوگی جس وقت کا یہ واقعہ مجھے یاد ہے کہ ایک ایسے ہی سفر سے واپس آ کر میں اپنے گھر کی دیواروں کو چومنے لگی اور کہتی جاتی تھی کہ 'اللہ تیرا شکر ہے، ہمارا گھر کتنا اچھا ہے!'۔۔۔ واقعی ایسے تجربات سے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے لئے جذبات تشکر اور عاجزی پیدا ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے ابا جان کو اللہ تعالیٰ نے

دنیاوی اور جماعتی ہر لحاظ سے بہت عزت دی تھی مگر ان کی طبعیت میں بے حد عجز وانکسار کی خوبی تھی۔لباس اور کھانے پینے ہر چیز میں سادگی پسند تھی۔کبھی کھانے میں نقص نہ نکالتے۔اپنی پلیٹ کھانا ختم کر کہ مسنون طریق سے انگلی سے صاف کرتے تھے۔اور کئی دفعہ اپنی پلیٹ اور گلاس خود ہی دھو دیتے تھے۔

ابا جان اکثر یہ دعا پڑھتے تھے؛ رب انی لما انزلت الی من خیرٍ فقیر اور پھر اپنے پوتے پوتیوں،نواسے،نواسیوں سے کہتے کہ 'میں تو فقیر ہوں' بچے حیران ہو کر معصومیت سے کہتے کہ 'نہیں ابا جان آپ تو فقیر نہیں ہیں آپ کے پاس تو بہت پیسے ہیں!' اس پر ابا جان بہت لطف اندوز ہو کر کہتے کہ 'میں تو اللہ کے در کا فقیر ہوں' اور پھر یہی دعا دہراتے پھر کہتے اللہ غنی و انتم الفقراء ۔کبھی یہ شعر پڑھتے ۔

اے کہ بر تو تفضّل واحساں لطف کن بر من فقیر زماں

جب دعا کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تو بہت زاری سے 'لطف کن،لطف کن' کی تکرار کرتے ہوئے پڑھتے۔

جیسے سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں ابا جان کو اعلیٰ خوشبوؤں کا شوق تھا،اسی طرح شہد کے شفاء بخش ہونے پر بھی یقین اور اعلیٰ قسم کے شہد کی مختلف اقسام کا بہت شوق تھا اور اللہ تعالیٰ آپ کی اس خواہش کو پورا بھی کر دیتا تھا اور اکثر مختلف ممالک کے اعلیٰ اقسام کے شہد ابا جان کے پاس موجود رہتے تھے۔

ابا جان کی تحریر کی خوشخطی کا تو یہ عالم تھا کہ ان کی ہر تحریر، سنبھال کر رکھنے کو جی چاہتا تھا بقول کیٹس ۔

A thing of beauty is a joy for ever

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی نجی ملاقاتوں میں ابا جان کی خوشخطی کی بارہا تعریف کی۔

کوئی خط لکھنا ہو،عرضی لکھنی ہو،مضمون یا تقریر لکھنی ہو،ابا جان کے پاس ہر مقصد کے مطابق لکھنے کا سامان موجود رہتا،اور پھر وہ کاغذ اور قلم سے کام لینا بھی خوب جانتے تھے۔انکا ہر کام قبل از وقت منصوبہ بندی کے تحت ہوتا تھا۔سفر درپیش ہو، ذاتی دعوت ہو یا کسی تقریب کی تیاری ہو یا جماعتی جلسے کا انعقاد، ہر موقع پر تمام تفاصیل کو لکھ کر تیاری کرتے تھے؛سفر پر جانا ہو تو قبل از وقت معلومات حاصل کر کہ بکنگ کروانا،سامان کی فہرست بنانا،سامان پر نام،فون نمبر، پتہ وغیرہ جلی حروف میں لکھ کر چسپاں کرنا،کوئی تقریب ہو تو قبل از وقت مہمانوں کی لسٹ بنانا،کھانے کا مینیو سب کے مشورے سے لکھ کر بنانا، جو سامان بازار سے منگوانا ہو اسکی فہرست بنانا،مہمانوں کی تعداد کے لحاظ سے یہ منصوبہ بندی کرنا کہ انہیں کہاں بٹھانا ہے،اندر یا باہر،کہاں کھانا کھلانا ہے،ان تمام امور کو پہلے سے سوچ کر رکھنا تا کہ وقت پر کوئی پریشانی یا افراتفری نہ ہو۔پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر امر کے لئے دعاوں میں لگے رہنا۔سفری دستاویزات کو ہمیشہ تیار رکھتے،چندے سال کے شروع میں ہی ادا کر دیتے،چندہ وصیت حصہ جائداد سب ادا کر کہ سرٹیفیکیٹ بنوا کر اپنے پاس رکھتے۔

جب کوئی مضمون یا تقریر لکھتے تھے تو ہمیشہ صاف،واضح، صفحے کے ایک طرف،سطر چھوڑ کر،شہ سرخیاں ڈال کر لکھتے تھے۔تحریر میں پہلے قرآنی آیات کے حوالے ہوتے، جو کہ نہایت احتیاط کے ساتھ قرآن کریم کھول کر درست ہجے لکھتے اور اعراب لگاتے اور حوالہ نوٹ

کرتے۔ پھر احادیث، حضرت مسیح موعودؑ کی نظم ونثر سے اقتباسات، پھر خلفاء کے اشعار واقتباسات۔ اور ہر جگہ واضح حوالہ؛ کتاب کا نام صفحہ نمبر، غرض کہ ہر تفصیل بڑی احتیاط کے ساتھ، مگر بڑی جلدی !

سب چھوٹے، بڑوں کو خط لکھتے اور خلیفہء وقت کو تو ہمیشہ ہر روز دعائیہ خط لکھتے تھے۔ جب سے کمپیوٹر استعمال کرنے لگے تھے تو ای میل اور فیکس کر لیتے تھے۔

ابا جان کو دعوۃ الی اللہ کا بھی بہت شوق تھا۔ ہمیشہ اسکے لئے کوشاں رہے اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ مخاطب کی زبان میں باترجمہ قرآن کریم اور کتب سلسلہ دیتے۔ اب جبکہ امریکہ میں مقیم تھے تو بھائی جان صفی الرحمٰن خورشید صاحب کو ربوہ فون کرکے، کہہ دیتے تھے کہ اتنی تعداد میں قرآن کریم [حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ترجمہ وتفسیری نوٹس والے] اور حدیقۃ الصالحین اور سیرت خاتم النبیین ﷺ کراچی بھیج دیں۔ اور ہمارے گھر پارسل آجاتا۔ قمر صاحب سے کہہ دیتے کہ یہ قرآن کریم اور کتب اپنے زیر تبلیغ اور نومبائع دوستوں میں میری طرف سے تقسیم کردیں، تاکہ میں بھی دعوۃ الی اللہ میں شریک ہو جاؤں۔

ہاں! مجھے ابا جان کی تلاوت قرآن کریم کرنے کی ایک ادا اکثر یاد آتی ہے کہ ؎ دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے ۔۔۔ کی عملی تصویر بنے اکیلے بیٹھے تلاوت کر رہے ہوتے، اور ایک عجیب وارفتگی کے عالم میں صحیفہء پاک کو چوم رہے ہوتے تھے! یہ منظر میں نے کئی بار انکے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھا۔

قرآن کریم کا کافی حصہ ابا جان کو حفظ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے بے شمار اشعار بھی انکو ازبر تھے۔ گھر میں اٹھتے بیٹھتے، یا تو درمیانی آواز میں دعائیں پڑھ رہے ہوتے تھے یا پھر حضرت مسیح موعودؑ کے دعائیہ اشعار انکی زبان پر جاری ہوتے تھے۔ کبھی ہمیں جگا رہے ہوتے تو کہہ رہے ہوتے ؎

سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے!

پھر بھی نہ اٹھیں تو کہتے ؎

وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے یوں ہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں

ہر موقع پر پڑھنے کی دعائیں انہیں یاد تھیں، ہر موقع درمیانی آواز میں جب یہ دعائیں ابا جان پڑھتے تو ہمیں بھی اس طرف توجہ ہوتی ہم بھی ساتھ ساتھ وہ دعائیں دہراتے تو ہمیں بھی خود بخود یاد ہو جاتیں۔ اکثر جب خلیفہء وقت کی طرف سے کسی خاص دعا کی تحریک ہوتی یا کسی وقت کسی خاص دعا کے کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ دعا اپنے ہاتھ سے لکھ کر گھر میں نمایاں جگہ پر آویزاں کر دیتے تھے اسطرح سب افراد خانہ اس دعا کو آتے جاتے پڑھتے رہتے اور ایسے وہ دعا ہم سب کو یاد ہو جاتی۔

یوں تو تقسیم ہند کے بعد ابا جان کئی بار خاندان سمیت قادیان گئے، مگر میرے ہوش سنبھالنے کے بعد ۱۹۸۰ میں ہم سب جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کے لئے گئے۔ ہمارا قیام امی کے خالہ زاد بھائی جناب فضل الٰہی خان صاحب درویش مرحوم کے گھر رہا۔ مجھے یاد ہے

کہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم نے ازراہ مہربانی ابا جان کو مع فیملی ایک رات دارالمسیح کے کمرہ بیت الفکر میں قیام کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔[یہ وہ کمرہ ہے جہاں سرخ چھینٹوں والا نشان ظاہر ہوا تھا]

اس جلسہ میں ابا جان نے تقریر بھی کی تھی جس میں انہوں نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے ثبوت کے طور پر آپؑ کی قبولیت دعا کے اس معجزے کو پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے محض مسیحا کی دعا کے اعجاز سے انکی والدہ کو اولاد کی نعمت عطا فرمائی اور کہا کہ دیکھیں میں جو آج آپ کے سامنے کھڑا ہوں، میرا وجود خود اس کا ایک ثبوت ہے!

کبھی میں سوچتی ہوں کہ شاید ہر کوئی اپنے باپ کو دنیا کا سب سے شفیق ترین اور بہترین شخص سمجھتا ہو، لیکن اس روز جب میری اپنے سب بہن بھائیوں سے فون پر بات ہوئی اور انہوں نے بتایا کہ کل ابا جان کی تدفین واشنگٹن کے قطعۂ موصیان میں ہوگئی ہے تو میرے دل میں عبید اللہ علیم صاحب کے یہ اشعار آ گئے جو میں اس وقت اس لئے نہ سنا سکی کہ اگر یہ الفاظ زبان پر لاتی تو ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے۔

خورشید مثال شخص کل شام مٹی کے سپرد کر دیا ہے
اندر بھی زمیں کے روشنی ہو مٹی میں چراغ رکھ دیا ہے